سیرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مع

اعتراضات کے جوابات

حضرت علامہ مولانا
مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی مجلس رضا
MARKAZI MAJLIS-E-REZA

سیرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مع

اعتراضات کے جوابات

تصنیف

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی

رحمہ اللہ القوی

مرکزی مجلس رضا، لاہور

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

بیاد: مجدد مائۃ حاضرہ الشاہ امام محمد احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ

سلسلہ اشاعت نمبر 12

نام کتاب	....	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
مصنف	....	مفتی جلال الدین احمد امجدی
صفحات	....	۴۰
اشاعت	....	۲۰۱۴ء
کمپوزنگ	....	ورڈ زمیکر
ناشر	....	مرکزی مجلس رضا، لاہور
ہدیہ	....	40 روپے

ملنے کا پتا

مرکزی مجلس رضا

8/C دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور

19/B جاوید پارک، شادباغ، لاہور

فہرست

برادرانِ اسلام! انسان کو اپنی جان سے محبت ہوتی ہے۔ بیوی اور بچوں سے پیار ہوتا ہے، ماں باپ کو چاہتا ہے، بھائی اور دیگر عزیز واقارب سے بھی محبت کرتا ہے مگر صرف اسی قسم کی چیزوں سے محبت کرنے والا انسان ہوسکتا ہے، ایم این اے، ایم پی اے وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم ہوسکتا ہے، گورنر اور صدر مملکت ہوسکتا ہے، مگر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ مسلمان ہونے کے لئے ایک اور ذات گرامی جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ:

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

سرکار اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

یعنی تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ ص ۱۲)

اور حضور اکرم ﷺ کی محبت کے لئے سارے صحابہ کی محبت لازم ہے۔ اس لئے کہ تمام صحابہ حضور کے محبوب ہیں اور محبوب کا محبوب۔ محبوب ہی ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا جو شخص حضور سے محبت کا دعویٰ کرے اور ان کے صحابہ سے محبت نہ کرے وہ جھوٹا ہے نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی

اللّٰهَ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ (رواہ الترمذی)

یعنی میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! میرے بعد انہیں نشانۂ اعتراض نہ بنانا جس نے ان سے محبت رکھی اس نے میری محبت کے سبب ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کے سبب ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ رب العزت کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی گرفت میں لے لے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

دیکھئے حضور نبی کریم ﷺ نے واضح لفظوں میں فرمادیا کہ میری محبت کے سبب میرے صحابہ سے محبت ہوگی اور میرے بغض کے سبب میرے صحابہ سے بغض ہوگا یعنی جو شخص حضور سے محبت رکھتا ہے وہ ان کے صحابہ سے ضرور محبت کرے گا اور جو شخص صحابہ سے بغض و عداوت رکھتا ہے وہ حضور سے بغض و عداوت کے سبب ان سے بغض و عداوت رکھتا ہے۔ لہٰذا حدیث شریف نے فیصلہ کردیا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر ان کے صحابہ سے بغض و عداوت رکھتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ سے اس کا بغض و عناد حضور سے بغض و عناد کے سبب ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔

بعض لوگ جو حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کے دعویدار ہیں وہ بہت سے صحابہ کرام خصوصاً امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض و عناد رکھتے ہیں، کھلم کھلا ان کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرتے ہیں اور ان کو نشانۂ اعتراض بناتے ہیں۔ اس لئے ہم (مختصراً) ان کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالیں گے۔ ان کے فضائل و مناقب بیان کریں گے اور ان پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات بھی دیں گے۔

نام ونسب:

آپ کا نام معاویہ اور کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ باپ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ معاویہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور ماں کی طرف سے نسب یوں ہے معاویہ بن ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور عبد مناف نبی کریم ﷺ کے چوتھے دادا ہیں۔ اس لئے کہ حضور کا سلسلہ نسب یہ ہے ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والد کی طرف سے پانچویں پشت میں اور ماں کی طرف سے بھی پانچویں پشت میں حضور ﷺ کے نسب میں آپ کے چوتھے دادا عبد مناف سے مل جاتے ہیں جس سے ظاہر ہوا کہ آپ نسب کے لحاظ سے حضور کے قریبی اہل قرابت میں سے ہیں اور رشتے میں نبی کریم ﷺ کے حقیقی سالے ہیں۔ اس لئے کہ ام المومنین حضرت اُم حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا جو حضور کی زوجہ مطہرہ ہیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ اسی لئے عارف باللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی شریف میں آپ کو تمام مومنوں کا ماموں تحریر فرمایا ہے۔

آپ کا قبول اسلام:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کب اسلام قبول کیا؟ اس کے بارے میں حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ امیر معاویہ خاص صلح حدیبیہ کے دن ٦ ہجری میں اسلام لائے مگر مکہ والوں کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے رہے۔ پھر فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر فرمایا جن لوگوں نے کہا ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے انہوں نے ظہور ایمان کے لحاظ سے کہا ہے جیسے حضرت

عباس رضی اللہ عنہ درپردہ جنگ بدر کے دن ہی ایمان لا چکے تھے مگر احتیاطاً اپنا ایمان چھپائے رہے اور فتح مکہ میں ظاہر فرمایا تو لوگوں نے انہیں بھی فتح مکہ کے مومنوں میں شمار کر دیا حالانکہ آپ قدیم الاسلام تھے بلکہ بدر میں بھی کفار مکہ کے ساتھ مجبوراً تشریف لائے تھے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی مسلمان عباس کو قتل نہ کرے وہ مجبوراً لائے گئے ہیں۔

امیر معاویہ کے حدیبیہ میں ایمان لانے کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہم سے روایت فرمایا کہ امام باقر سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے امیر معاویہ نے فرمایا کہ میں نے حضور کے احرام سے فارغ ہوتے وقت حضور کے سر شریف کے بال مروہ پہاڑ کے پاس کاٹے۔

نیز وہ حدیث بھی دلیل ہے جو بخاری شریف نے بروایت طاؤس عبداللہ بن عباس سے روایت فرمائی کہ حضور کی یہ حجامت کرنے والے امیر معاویہ ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حجامت عمرۂ قضا میں واقع ہوئی جو صلح حدیبیہ سے ایک سال بعد ۷ ہجری میں ہوا کیونکہ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ نے قران کیا تھا اور قارن مروہ پر حجامت نہیں کراتے بلکہ منیٰ میں دسویں ذی الحجہ کو کراتے ہیں۔ نیز حضور ﷺ نے حج وداع میں بال نہ کٹوائے تھے بلکہ سر منڈایا تھا ابوطلحہ نے حجامت کی تھی تو لامحالہ امیر معاویہ کا یہ حضور کے سر شریف کے بال تراشنا عمرہ قضا میں فتح مکہ سے پہلے ہوا۔ معلوم ہوا کہ امیر معاویہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔ (امیر معاویہ پر ایک نظر ص ٤٧)

آپ کی والدہ کا عجیب وغریب واقعہ:

خرائطی نے ہواتف میں حمید بن وہب کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ فاکہ بن مغیرہ قریشی کے نکاح میں ایک عورت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھی۔ فاکہ نے اٹھنے بیٹھنے کے لئے ایک نشست گاہ بنوا رکھی تھی۔ اس نشست گاہ میں آنے جانے کی کوئی

روک ٹوک نہیں تھی۔ اتفاقاً ایک روز فاکہ اور اس کی بیوی ہند اس نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کسی ضرورت سے کچھ دیر کے بعد فاکہ اٹھ کر باہر چلا گیا اور ہند اکیلی رہ گئی۔ اچانک اس وقت ایک شخص آیا اور بیٹھک میں داخل ہوا لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہاں تنہا ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے تو وہ فوراً پلٹ پڑا۔ اس کے پلٹتے وقت فاکہ باہر سے واپس آ گیا اور اس نے مرد کو باہر نکلتے دیکھ لیا تو فاکہ ہند کے پاس آیا اور غصے سے اس کو ٹھوکریں مار کر پوچھا کہ تیرے پاس یہ کون مرد آیا تھا؟ ہند نے کہا میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا ہاں تمہارے کہنے سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی آیا تھا لیکن فوراً واپس ہو گیا۔ فاکہ نے کہا کہ تو میرے گھر سے نکل جا اور اپنے ماں باپ کے پاس چلی جا کہ تو میرے لائق نہیں ہے۔ ہند اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی لیکن لوگوں میں اس بات کا خوب چرچا ہوا۔ ہند کے باپ نے ایک روز اس سے کہا کہ لوگ تجھے ہر طرف مطعون کرتے ہیں تو مجھے سچی بات بتا دے۔ اگر تیرا خاوند سچا ہے تو میں اس کو کسی شخص کے ذریعہ قتل کرا دوں گا تا کہ لوگ اس طعنہ سے باز آ جائیں۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو چلو یہ معاملہ یمن کے کسی کاہن کے پاس پیش کریں۔ یہ سن کر ہند نے اپنی پاکدامنی پر اس طرح قسمیں کھانی شروع کر دیں جیسا کہ عہد جاہلیت میں دستور تھا۔

•

جب ہند کے والد عتبہ کو یقین ہو گیا کہ ہند سچ کہہ رہی ہے تو اس نے فاکہ کو مجبور کیا کہ چونکہ تم نے میری بیٹی پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس لئے تم اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ساتھ لے کر یمن کے کسی کاہن کے پاس چلو۔ چنانچہ فاکہ بنو مخزوم کو اور عتبہ بنو عبد مناف کو لے کر یمن کی جانب روانہ ہوئے۔ ہند کے ساتھ اس کی کئی سہیلیاں بھی موجود تھیں۔ جب قافلہ یمن کے قریب پہنچا تو ہند کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ یہ حال دیکھ کر اس کے باپ نے کہا کہ تیرے اس تغیر رنگ سے صاف ظاہر ہے کہ تو

گنہگار ہے۔ ہند نے کہا یہ بات نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ مجھے ایک ایسے شخص کے پاس لے جا رہے ہیں جس کی بات کبھی صحیح ہوتی ہے اور کبھی غلط۔ اگر اس نے بلا وجہ مجھ پر تہمت لگا دی تو پھر میں پورے عرب میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ عتبہ نے کہا کہ میں تیرا معاملہ کاہن کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اس کا امتحان لوں گا۔ چنانچہ کاہن کی سچائی کا امتحان لینے کے لئے اس نے اپنے گھوڑے کے کان میں جانوروں کی وہ بولی بولی جس سے گھوڑا گرما گیا۔ اس وقت عتبہ نے اس کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا ایک دانہ رکھ کر اوپر چمڑے کی پٹی باندھ دی۔ پھر یہ قافلہ کاہن کے پاس پہنچا۔ اس نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کی تواضع کے لئے اونٹ ذبح کیا۔ دسترخوان پر عتبہ نے اپنے میزبان کاہن سے کہا کہ ہم آپ کے پاس ایک ضرورت سے آئے ہیں لیکن اس سے پہلے بغرض امتحان ہم نے ایک کام کیا ہے پہلے وہ بتا دیجئے۔ پھر ہم اپنا کام آپ کو بتائیں گے۔ نجومی نے کہا: ”نر کل میں گیہوں کا دانہ“ عتبہ نے کہا اس کی وضاحت کیجئے۔ تب کاہن نے کہا تم نے گھوڑے کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ رکھا ہے۔ عتبہ نے کہا آپ نے بالکل درست کہا۔ اب اصل معاملہ ان عورتوں کا ہے آپ اس معاملہ میں غور کیجئے۔ وہ ایک عورت کے پاس آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کھڑی ہو جا پھر اسی طرح دوسری اور تیسری عورت کے پاس آیا یہاں تک کہ ہند کی باری آئی کاہن نے اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا کہ تو پاک و صاف ہے تو نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا ہے اور تو ایک بادشاہ جنے گی جس کا نام معاویہ ہوگا۔ یہ سن کر ہند کے شوہر فاکہ نے ہند کا ہاتھ پکڑ لیا مگر ہند نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا کہ مجھ سے دور ہو میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اگر کاہن کی یہ بات سچ ہے کہ میری قسمت میں بادشاہ کی ماں بننا ہے تو وہ تیرے صلب سے نہیں ہوگا۔ الحاصل ہند نے فاکہ کو چھوڑ کر

ابوسفیان سے شادی کرلی اور ان سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۳۵)

صحابیِ رسول رضی اللہ عنہ:

برادرانِ اسلام! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابیِ رسول ہیں۔ اور صحابی وہ خوش نصیب مسلمان ہے جس نے ایمان کی حالت میں حضور اقدس ﷺ کو دیکھا اور پھر ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا اور صحابیت وہ درجہ ہے کہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا ولی اور غوث وقطب ہو کسی صحابی کے درجہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

صحابی کی فضیلت میں بہت سی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں جن میں سے چند آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ پ۲۷ ع۱۷ میں ہے:

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۔ اللہ تعالیٰ نے سارے صحابہ سے بھلائی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اور پ۱۱ ع۱ میں ہے:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں خدائے تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے دریا جاری ہیں وہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اور پ۲۸ ع۴ میں ہے:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔ وہی لوگ سچے ہیں اور اسی پ۲۸ ع۴ میں یہ بھی ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ وہی لوگ کامیاب اور فلاح یافتہ ہیں اور پ۱۰

ع۱۵ میں ہے:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت اور رزق کریم ہے اور پ۱۸ ع۹ میں ہے:

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وہ ان الزاموں سے بری ہیں جو لوگ کہتے ہیں ان کے لئے بخشش اور اچھی روزی ہے۔

یہ ساری فضیلتیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے قرآن مجید میں وارد ہیں جیسے ہر صحابی رسول کے لئے ثابت ہیں ویسے ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بھی ثابت ہیں۔

صحابہ اور احادیث کریمہ:

صحابۂ کرام کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اَكْرِمُوْا اَصْحَابِيْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ۔ میرے صحابہ کی عزت کرو اس لئے کہ وہ تم سب سے بہتر ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ ۔ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے تم جس کی اقتدا کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔

(مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

اور سرکار اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ ۔ اے مسلمانو! تم میرے صحابہ کو گالی نہ دو اور نہ برا بھلا کہو

اس لئے کہ تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ان کے کلو اور آدھا کلو گیہوں اور جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۵۳)

اور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: لَا تَسُبُّوْهُمْ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّهُمْ ۔ صحابہ کو گالی نہ دو اور نہ ان کو برا بھلا کہو جو شخص ان کو گالی دے اور برا بھلا کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (الشرف المؤبد ص ۱۰۲)

اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا میرے لئے اصحاب منتخب فرمائے اور میرے لئے ان میں سے وزراء، انصار اور خسر بنائے۔

فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا ۔ (رواہ الطبرانی) یعنی جو شخص انہیں گالی دے اور برا بھلا کہے اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا اور نہ نفل۔ (الشرف المؤبد ص ۱۰۲)

اور رسولِ کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِىْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ ۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہوں اور ان کو برا بھلا کہتے ہوں تو کہو تمہارے شر پر خدا کی لعنت۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

اور پیارے مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں اِذَا ذُكِرَ اَصْحَابِىْ فَاَمْسِكُوْا ۔ جب میرے صحاب کا ذکر کیا جائے تو رک جاؤ یعنی ان پر نکتہ چینی نہ کرو۔

(الشرف المؤبد ص ۱۰۳)

اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو گالی نہ دو اس لئے کہ ان کا ایک گھڑی رات میں عبادت کرنا تمہاری تمام زندگی کی عبادت سے بہتر ہے۔ (الشرف المؤبد ص ۱۰۲)

حضور اقدس ﷺ کی محبت کے جھوٹے دعویدار جو ان کے محبوب صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں وہ ان احادیث کریمہ سے سبق حاصل کریں۔ اپنی زبانوں کو روکیں اور کسی صحابی کو برا بھلا کہہ کر نبی کریم ﷺ کو ایذا نہ پہنچائیں اور نہ لعنت کے مستحق بنیں۔

صحابہ اور اقوال ائمہ:

برادران ملت! حضرت علامہ علقمی ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہم پر واجب فرمایا کہ ہم صحابہ کرام کے اختلافات کے بارے میں اپنی زبان بند رکھیں۔ ان کے درمیان جو لڑائیاں اور اختلافات واقع ہوئے جن کے سبب بہت سے صحابہ شہید ہوئے تو یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا۔ لہٰذا ہم اپنی زبانوں کو ان سے ملوث نہیں کرتے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ سب اس بارے میں ماجور ہیں کیونکہ ان سے جو کچھ صادر ہوا وہ ان کے اجتہاد پر مبنی تھا اور ظنی مسئلہ پر مجتہد اگر خطا بھی کرے تو مستحق ثواب ہے۔

(برکات آل رسول ص ۲۷۹)

اور علامہ مناوی ؒ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی ملحد صحابہ کرام کے در پے ہو اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو انعامات عطا فرمائے ہیں ان کا انکار کرے تو یہ اس کی جہالت محرومیت، ناسمجھی اور ایمان کی کمی ہے۔ اس لئے کہ اگر صحابہ کرام میں کوئی عیب پایا جائے تو دین کی بنیاد قائم نہیں رہے گی کیونکہ وہی ہم لوگوں تک دین کے پہنچانے والے ہیں۔ جب ناقلین ہی مجروح ہو گئے تو آیات و احادیث بھی محل طعن بن جائیں گی اور اس میں لوگوں کی تباہی اور دین کی بربادی ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اور مبلغ کی تبلیغ کے صحیح ہونے کے لئے اس کا متقی پرہیزگار اور عادل ہونا ضروری ہے۔ (برکات آل رسول ص ۲۸۱)

اور علامہ ابن حجر مکی ؒ تحریر فرماتے ہیں مسلمان پر لازم ہے کہ نبی کریم ﷺ

کے صحابہ اور اہل بیت کا ادب واحترام کرے۔ ان سے راضی ہو۔ ان کے فضائل و حقوق پہچانے اور ان کے اختلافات سے زبان روکے اس لئے کہ ان میں کسی نے بھی ایسے امر کا ارتکاب نہیں کیا جسے وہ حرام سمجھتے ہوں بلکہ ان میں سے ہر ایک مجتہد ہے۔ پس وہ سب ایسے مجتہد ہیں کہ ان کے لئے ثواب ہے۔ حق تک پہنچنے والے کے لیے دس ثواب اور خطا کرنے والے کے لیے ایک ثواب ہے۔ عقاب، ملامت اور نقص ان سب سے مرفوع ہے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلے ورنہ تو پھسل جائے گا اور تیری ہلاکت وندامت میں کوئی کسر نہ رہ جائے گی۔

(برکات آل رسول ص ۲۸۱)

اور علامہ لقانی رحمۃ اللہ علیہ جوہرہ کی شرح کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان لڑائیوں کا سبب یہ تھا کہ معاملات مشتبہ تھے۔ ان کے شدید اشتباہ کی بنا پر ان میں اجتہادی اختلاف پیدا ہوگیا اور ان کی تین قسمیں ہوگئیں۔ ایک قسم پر اجتہاد سے یہ ظاہر ہوا کہ حق اس طرف ہے اور مخالف باغی ہے۔ لہٰذا ان پر واجب تھا کہ ان کے عقیدے میں جو حق پر تھا اس کی امداد کرتے اور باغی سے جنگ کرتے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جس شخص کا یہ حال ہو اسے جائز نہیں کہ اس کے عقیدے میں جو لوگ باغی ہیں ان کے ساتھ جنگ کے موقع پر امام عادل کی امداد سے کنارہ کش ہو۔

دوسری قسم تمام امور میں پہلی قسم کے برعکس تھی تیسری قسم وہ تھی جن پر معاملہ مشتبہ ہوگیا اور وہ حیرت میں مبتلا ہوگئے۔ ان پر کسی جانب کی ترجیح واضح نہ ہوئی تو وہ دونوں فریقوں سے الگ ہوگئے۔ ان کے لئے یہ علیحدگی ہی واجب تھی۔ اس لئے کہ کسی مسلمان سے جنگ اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ ظاہر نہ ہوجائے کہ وہ اس کا مستحق ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ سب معذور اور ماجور ہیں۔ اسی لئے اہل حق اور وہ

حضرات جو قابل اعتماد ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ ان کی شہادت اور روایت مقبول ہے۔ (برکات آل رسول ص ۲۸۲)

اور علامہ ابن سبکی رحمۃ اللہ علیہ جوامع الجوامع میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو گالی دینے والا خدائے عزوجل اور اس کے حبیب اکرم ﷺ پر کس قدر جری ہے اور دین کی کتنی کم پروا کرتا ہے۔ کیا اس خبیث نے' اس پر خدا کی لعنت ہو یہ گمان کیا ہے کہ ایسے حضرات گالی کے مستحق ہیں اور وہ پاک وصاف اور تعریف کا مستحق ہے؟ ہرگز نہیں۔ بخدا اس کے منہ میں پتھر ہونا چاہئے بلکہ جب اس کا یہ گمان ہو کہ یہ حضرات گالی کے مستحق ہیں تو ہمارا عقیدہ اس کے بارے میں یہ ہے کہ وہ جلائے جانے بلکہ اس سے زیادہ سزا کا مستحق ہے۔ (برکات آل رسول ص ۲۸۳)

حدیث شریف میں ہے: مَنْ سَبَّ اَصْحَابِی فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۔ یعنی جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اور انہیں برا بھلا کہا اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

اس حدیث شریف کی شرح میں امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حکم ان صحابہ کو بھی شامل ہے جو قتل وقتال میں شامل ہوئے اس لئے کہ وہ ان لڑائیوں میں مجتہد اور تاویل کرنے والے ہیں۔ لہٰذا انہیں گالی دینا گناہ کبیرہ اور ان کو گمراہی یا کفر کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔ (برکات آل رسول ص ۲۸۳)

اور حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو گالی دینا اور ان کی تنقیص حرام ہے اس کا مرتکب ملعون ہے'' امام مالک فرماتے ہیں، جس شخص نے کہا کہ ان میں سے کوئی ایک گمراہی پر تھا اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے اس کے علاوہ انہیں گالی دی اسے سخت سزا دی جائے گی۔

(برکات آل رسول ص ۲۸۳)

یہاں تک کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ القام الحجر میں اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ کسی بھی صحابی کو گالی دینے والا فاسق ہے اگر اسے وہ حلال نہ جانے اور اگر وہ حلال جانے تو کافر ہے۔ اس لئے کہ اس توہین کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ یہ حرام اور فسق ہے اور حرام کو حلال جاننا کفر ہے جبکہ دین میں اس کا حرام ہونا بداہۃً معلوم ہو اور صحابہ کرام کو گالی دینے کی حرمت اسی طرح ہے۔

(برکات آل رسول ص ۲۸۲)

اور حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام امور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور فرماتے ہیں وَالتَّحْقِيْقُ اَنَّهُمْ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ ۔ یعنی تحقیق یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور ساری جنگیں اور اختلافات تاویل پر مبنی ہیں۔ ان کے سبب کوئی بھی عدالت سے خارج نہیں اس لئے کہ وہ مجتہد ہیں۔ (الشرف المؤبد ص ۱۰۴)

برادرانِ اسلام! یہ ائمہ کرام و علمائے عظام جو آسمان ہدایت کے آفتاب و ماہتاب اور دین کے ستون ہیں ان کے ارشادات اور ان کی نصیحتوں پر عمل کرو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا سرکار اقدس ﷺ کے کسی دوسرے صحابی کو برا بھلا کہہ کر فاسق و فاجر مرتکب حرام اور مستحق سزا نہ بنو اور نہ اپنی عاقبت برباد کرو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے حضور اقدس ﷺ کی صحابیت اور قرابت کے علاوہ اور بھی بہت سی فضیلتیں ثابت ہیں جن میں سے چند ذکر کی جاتی ہیں۔

آپ کے فضائل میں بہت سی احادیث کریمہ وارد ہیں۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

(رواہ احمد فی مسندہ)

یعنی اے اللہ! تو معاویہ کو کتاب (قرآن کریم) اور حساب کا علم عطا فرما اور انہیں عذاب سے بچا۔

(الناہیہ ص ۱۴ تصنیف عارف باللہ حضرت علامہ عبد العزیز فرہاروی مولف نبراس شرح شرح العقائد النسفی)

اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابو عمیرہ صحابی مدنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَّمَهْدِيًّا وَّاهْدِ بِهِ النَّاسَ ۔ (رواہ الترمذی) اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا دے۔ یعنی ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا دے اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے۔ (مشکوۃ ص ۵۷۹)

اور خدائے عزوجل اپنے پیارے حبیب ﷺ کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہادی بھی ہوئے اور مہدی بھی اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت بھی ہوئی تو ایسی ذات کو برا بھلا کہنا یقیناً اللہ و رسول کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔

اور ابن ابی شیبہ مصنف میں و طبرانی معجم کبیر میں عبد الملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا یَا مُعٰوِيَةُ اِذَا مَلَكْتَ فَاَحْسِنْ ۔ اے معاویہ! تم بادشاہ ہو جاؤ تو لوگوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۲)

انتباہ:

عوام میں جو مشہور ہے کہ ”حضور ﷺ نے دیکھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو کندھے پر لئے جا رہے ہیں تو حضور نے فرمایا جنتی جہنمی کو لئے جا رہے

ہیں۔'' یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یزید حضور اقدس ﷺ کے وصال فرمانے کے تقریباً ۱۵ سال بعد ۲۵ ہجری میں پیدا ہوا۔ (سوانح کربلا)

۲۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے کاتب وحی بھی رہے اور کاتب خطوط بھی۔ امام مفتی حرمین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری خلاصۃ السیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے تیرہ کاتب تھے۔ خلفائے اربعہ، عامر بن فہیرہ، عبداللہ بن ارقم، ابی بن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن سعید بن العاص، حنظلہ بن ربیع اسلمی، زید بن ثابت، شرحبیل بن حسنہ اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم۔ لیکن ان لوگوں میں حضرت امیر معاویہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما اس خدمت کو زیادہ انجام دیتے تھے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح میں فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے کاتب وحی رہے۔ (الناہیہ ص ۱۶)

۳۔ حضرت ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) تو حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

غُبَارٌ دَخَلَ فِیْ اَنْفِ فَرَسِ مُعَاوِیَةَ حِیْنَ غَزَا فِیْ رِکَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْ کَذَا عُمَرَبْنِ عَبْدِالْعَزِیْزِ۔

حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کے موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ ایسے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(الناہیہ ص ۱۶)

برادرانِ اسلام! حضرت عمر بن عبدالعزیز وہ ہیں کہ جن کو امام الہدیٰ کہا جاتا ہے۔ خلفائے راشدین میں پانچویں خلیفہ کی حیثیت سے ان کو شمار کیا جاتا ہے اور

جن کی زیارت کے لئے حضرت خضر علیہ السلام آیا کرتے تھے مگر حضرت عبداللہ بن مبارک جیسے امام وقت جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کے غبار کو بھی ان سے افضل بتاتے ہیں تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و رفعت کا کیا کہنا مگر افسوس کہ آج کل وہ لوگ جن کی حقیقت کچھ بھی نہیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل بنتے ہیں بلکہ ان کی ذات پر سب وشتم اور لعن وطعن بھی کرتے ہیں۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ علامہ معافی بن عمران علیہ الرحمۃ والرضوان سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز حضرت معاویہ سے افضل ہیں۔ یہ سنتے ہی علامہ ابن عمران غضبناک ہو گئے اور فرمایا:

لَا یُقَاسُ اَحَدٌ بِاَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ یعنی نبی کریم ﷺ کے صحابہ پر کسی کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔

مُعَاوِیَةُ صَاحِبُهٗ وَصِهْرُهٗ وَکَاتِبُهٗ وَاَمِیْنُهٗ عَلٰی وَحْیِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ۔

حضرت معاویہ نبی کریم ﷺ کے صحابی، ان کے سالے، ان کے کاتب اور خدائے عزوجل کی وحی پر نبی کریم کے امین ہیں (الناہیہ ص ۱۷)

۴۔ حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا ہے۔ (احکام شریعت ص ۱۰۳ ج ۱)

۵۔ صحابہ کرام، محدثین عظام اور علمائے اسلام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہیں باوجودیکہ وہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے فضائل ومناقب سے خوب واقف تھے اور ان کے مابین جو واقعات رونما ہوئے انہیں اچھی طرح جانتے تھے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے کہا کہ امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جبکہ فلاں مسئلہ میں انہوں نے یوں کیا۔ تو آپ نے فرمایا اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِيْهٌ انہوں نے ٹھیک کیا بیشک وہ فقیہ ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ١١٢)

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں وہ ثواب پائیں گے اگرچہ خطا کریں۔
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ١٦٠ ج ٢)

برادران ملت! دیکھئے رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو اجلہ صحابہ میں سے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایسے خاص ہیں کہ ان کے دشمن پر بہت سخت ہیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہیں اور ان کو فقیہ و مجتہد مانتے ہیں تو کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو جلیل القدر صحابی رسول کے نقش قدم کو چھوڑ کر شیطان کی اتباع کرتے ہیں یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بیجا کلمات بولتے ہیں اور ان کی توہین و تنقیص کرتے ہیں۔ اَلْعِيَاذُ بِاللهِ تَعَالٰی۔

اور حضرت علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ بخاری شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں مُعَاوِيَةُ ذُو الْمَنَاقِبِ الْجُمَّةِ ۔ حضرت امیر معاویہ بڑے مناقب اور بڑی خوبیوں والے ہیں۔ (الناہیہ ص ١٧)

اور حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری لکھتے ہیں اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَهُوَ مِنَ الْعُدُوْلِ الْفُضَلَاءِ وَالصَّحَابَةِ الْاَخْيَارِ ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اعدل فضلا اور بہترین صحابہ میں سے ہیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ١٧١ ج ٢)

اسی لئے تمام محدثین کرام حضرت امیر معاویہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے جس طرح دوسرے صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں اسی طرح حضرت امیر معاویہ کے نام کے ساتھ بھی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

٦- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ متقی، عادل اور ثقہ ہیں۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سائب بن یزید، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت ابوسعید خدری جیسے فقیہ و مجتہدین صحابہ نے آپ سے حدیثیں روایت کیں۔ اسی طرح حضرت جبیر، حضرت ابوادریس خولانی، حضرت سعید بن مسیب، حضرت خالد بن معدان، حضرت ابوصالح سمان، حضرت ہمام بن عتبہ اور حضرت قیس بن ابوحازم جیسے جلیل القدر تابعین فقہا اور علماء نے آپ سے حدیثوں کی روایتیں لیں۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مکر و فریب اور فسق و فجور ہوتا جیسا کہ آج کل بعض جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے تو یہ بڑے بڑے صحابہ و تابعین حضرات ان سے حدیثوں کی روایتیں ہرگز قبول نہ کرتے۔

٧- بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور طبرانی وغیرہ محدثین کرام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیثوں کو قبول کیا اور اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا۔ ان میں خاص کر امام بخاری اور امام مسلم ایسی ہی ہستیاں ہیں کہ اگر کسی راوی میں ذرا بھی عیب پایا تو اس کی روایت لینے سے انکار کر دیا۔ تو ان بزرگوں کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کا قبول کر لینا بانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ ان سب کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ متقی، عادل اور ثقہ قابل روایت ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اختلاف کے سبب مرتبہ عدالت سے ساقط نہیں ہیں ورنہ یہ حضرات ان کی روایتیں ہرگز قبول نہ فرماتے۔

٨- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کو دمشق کا حاکم مقرر کیا اور معزول نہ فرمایا جبکہ آپ حاکموں کے حالات پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اور ذرا سی لغزش پر معزول فرما دیتے تھے جیسے کہ معمولی شکایت پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

جیسی بزرگ ہستی کو معزول فرمادیا۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے سخت گیر آدمی کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا حاکم مقرر فرمانا اور اپنی ظاہری حیات کے آخری لمحات تک اس اہم عہدے پر انہیں برقرار رکھنا حضرت امیر معاویہ کی عظمت و رفعت اور ان کی امانت و دیانت کا کھلم کھلا اقرار و اعلان ہے۔

۹۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۶ ماہ امور خلافت انجام دینے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کردی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی پھر ان کے سالانہ وظیفے اور نذرانے قبول فرمائے۔ قسم ہے وحدہ لاشریک کی اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پرست ہوتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سر کٹا دیتے مگر ان کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیتے۔ اس لئے کہ:

مرد حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

اور پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس فعل مبارک کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی اِبْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ میرا بیٹا یہ سردار ہے امید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرادے گا۔ (بخاری ص ۵۳۰ ج ۱)

اب اگر کوئی بدبخت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نااہل قرار دے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر الزام آجائے گا کہ آپ نے نااہل کو خلافت کیوں سپرد کی اور امت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں کیوں دی؟ جبکہ یہ سپردگی قلت و ذلت کی وجہ سے نہیں تھی اس لئے کہ چالیس ہزار سپاہی جان قربان کرنے کی بیعت آپ کے ہاتھ پر کر چکے تھے۔ (حاشیہ بخاری ص ۵۳۰ ج ۱)

آپ کی سخاوت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں سخاوت کا وصف بہت ممتاز تھا۔ آپ لوگوں کو بڑے بڑے انعام و اکرام سے نوازتے تھے خصوصاً حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں گرانقدر نذرانے پیش کرتے تھے۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ سے کہا لَاُجِيْزَنَّكَ بِجَائِزَةٍ لَّمْ اُجِزْ بِهَا اَحَدًا قَبْلَكَ وَلَا اُجِيْزُ بِهَا اَحَدًا بَعْدَكَ۔ میں آپ کی خدمت میں اتنی نذر پیش کروں گا کہ اس سے پہلے کسی کو اتنی نذر نہیں دی ہے اور نہ آئندہ کسی دوسرے کو دوں گا۔ پھر انہوں نے چار لاکھ درہم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا جنہیں آپ نے قبول فرمایا۔ (الناہیہ ص ۲۷)

برادران اسلام! ایک درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوا کرتا تھا چار لاکھ درہم کی کتنی چاندی ہوئی اور موجودہ بھاؤ سے اس کا کتنا روپیہ ہوا آپ لوگ بآسانی جوڑ سکتے ہیں۔ اتنی بڑی رقم اِس افراط زر کے زمانہ میں ہوسکتا ہے بعض لوگوں کے نزدیک کوئی خاص وقعت نہ رکھتی ہو لیکن اُس زمانہ میں جبکہ ایک پیسہ بڑی محنت کرنے کے بعد ملتا تھا چار لاکھ درہم بہت بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

ابن عساکر کی روایت ہے کہ جنگ صفین کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل نے آپ سے کچھ روپیہ طلب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا۔ انہوں نے کہا آپ اجازت دیجئے کہ میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلا جاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ۔ جب حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کی بڑی عزت کی اور ایک لاکھ

درہم نذرانہ پیش کیا۔ (الصواعق المحرقہ ص ۸۱)

علامہ محمد بن محمود آملی اپنی کتاب نفائس الفنون میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا:

مَنْ اَنْشَاءَ شِعْرًا فِیْ مَدْحِ عَلِیٍّ كَمَا يَلِيْقُ بِهٖ اَعْطَيْتُهٗ بِكُلِّ بَيْتٍ اَلْفَ دِيْنَارٍ ۔ جو شخص حضرت علی کی تعریف میں ان کی شان کے لائق شعر کہے گا تو میں اسے فی شعر ایک لاکھ دینار دوں گا۔

ایک دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا تھا۔ حاضرین شعراء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہے اور خوب انعام لئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر شعر پر فرماتے تھے عَلِیٌّ اَفْضَلُ مِنْهُ۔ علی اس سے بھی افضل ہیں۔ یہاں تک کہ اسی مجلس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں عمرو بن عاص شاعر کا ایک شعر آپ کو اتنا زیادہ پسند آیا کہ ایک ہی شعر پر اس کو سات ہزار دینار دیئے۔ (الناہیہ ص ۲۹)

ان واقعات سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بے مثل سخاوت کے ساتھ یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والوں کی آپ کے دل میں بڑی عزت تھی۔

طیوریات میں سلیمان مخزومی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دربار عام کیا اور جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کسی عربی شاعر کے ایسے تین اشعار کوئی سنائے جن میں یہ خوبی ہو کہ ہر شعر کا مطلب اسی شعر میں پورا ہو جاتا ہو۔ لوگ یہ سن کر خاموش رہے اتنے میں حضرت ابوخبیب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما آ گئے۔ حضرت امیر معاویہ نے فرمایا لیجئے عرب کے بسیار گو اور فصیح شخص آ گئے پھر آپ نے کہا اے ابوخبیب! میں اس خوبی کے تین اشعار سننا چاہتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں سناؤں گا لیکن

ہر شعر کے بدلے ایک لاکھ درہم لوں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے منظور ہے پڑھو۔ تو عبداللہ بن زبیر نے یہ اشعار پڑھے:

بَلَوْتُ النَّاسَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ   فَلَمْ اَرَ غَيْرَ خَتَّالٍ وَّقَالٍ

میں نے یکے بعد دیگرے بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں کی ہیں لیکن میں نے سوائے غدار و مکار اور دشمنی کرنے والے کے کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سچ ہے اب دوسرا شعر پڑھو۔ حضرت ابوخبیب نے دوسرا شعر پڑھا:

وَلَمْ اَرَ فِی الْخُطُوْبِ اَشَدَّ وَقْعًا   وَاَصْعَبَ مِنْ مُّعَادَاتِ الرِّجَالِ

میں نے حوادث اور صعوباتِ زمانہ میں لوگوں کی دشمنی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔

آپ نے فرمایا سچ ہے۔ پھر تیسرا شعر پڑھنے کے لئے کہا تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے تیسرا شعر یہ پڑھا:

وَذُقْتُ مَرَارَةَ الْاَشْيَاءِ طُرًّا   فَمَا طَعْمٌ اَمَرُّ مِنَ السُّوَالِ

میں نے ہر چیز کی تلخی کو چکھا ہے مگر کسی چیز کے مانگنے کی تلخی سے زیادہ کوئی چیز تلخ نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بالکل سچ ہے۔ پھر وعدہ کے مطابق حضرت ابوخبیب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو تین لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۸)

آپ حاکم کیسے بنے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق کے حاکم یوں ہوئے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارکہ میں ملک شام فتح ہوا تو آپ نے دمشق کا حاکم حضرت امیر معاویہ کے بھائی حضرت یزید بن ابوسفیان کو مقرر فرمایا۔ اتفاق سے اپنے بھائی

کے ساتھ حضرت امیر معاویہ بھی ملک شام گئے تھے جو انہیں کے پاس رہ گئے تھے۔

جب حضرت یزید بن ابوسفیان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی جگہ حضرت امیر معاویہ ؓ کو حاکم مقرر کر دیا۔ یہ تقرر حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانہ خلافت میں ہوا۔ آپ نے ان کے تقرر کو برقرار رکھا اور پورے عہد فاروقی میں وہ دمشق کے حاکم رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی ؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت امیر معاویہ کو پورے ملک شام کا حاکم بنا دیا۔ اس طرح آپ نے عہد فاروقی و عثمانی میں بحیثیت حاکم بیس سال حکومت کی اور پھر بعد میں بحیثیت خلیفہ بیس سال حکمران رہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۲)

آپ کی آخری وصیت:

علامہ ابو اسحاق اپنی کتاب نور العین فی مشہد الحسین میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ ؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یزید نے پوچھا کہ ابا جان! آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا خلیفہ تو تو ہی بنے گا مگر جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سن۔ کوئی کام حضرت امام حسین ؓ کے مشورہ کے بغیر مت کرنا۔ انہیں کھلائے بغیر نہ کھانا۔ انہیں پلائے بغیر نہ پینا۔ سب سے پہلے ان پر خرچ کرنا، پھر کسی اور پر۔ پہلے انہیں پہنانا پھر خود پہننا۔ میں تجھے حضرت امام حسین (ؓ)، ان کے گھر والوں اور ان کے کنبے بلکہ سارے بنی ہاشم کے لئے اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ اے بیٹے! خلافت میں ہمارا حق نہیں وہ امام حسین، ان کے والد حضرت علی اور ان کے اہل بیت کا حق ہے۔ تم چندروز خلیفہ رہنا پھر حضرت امام حسین پورے کمال کو پہنچ جائیں تو پھر وہی خلیفہ ہوں گے یا جسے وہ چاہیں تاکہ خلافت اپنی جگہ پہنچ جائے ہم سب امام حسین اور ان کے نانا کے غلام ہیں انہیں ناراض نہ کرنا ورنہ تجھ پر اللہ و رسول ناراض ہوں گے تو پھر تیری شفاعت

کون کرے گا۔ (امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۹۴)

آپ کی وفات:

علامہ خطیب تبریزی ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ ؓ کی وفات ماہ رجب ۶۰ ھ میں لقوہ کی بیماری سے مقام دمشق میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۷۸ سال تھی۔ (اکمال فی اسماء الرجال)

حضرت امیر معاویہ ؓ مرض وفات میں بار بار فرماتے تھے:

یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ رَجُلًا مِّنْ قُرَیْشٍ بِذِیْ طُوًی وَلَمْ اَرِمْنْ هٰذَا الْاَمْرِ شَیْئًا۔ یعنی اے کاش! میں قریش کا ایک معمولی انسان ہوتا جو ذی طوی گاؤں میں رہتا اور ان جھگڑوں میں نہ پڑتا جن میں پڑ گیا۔ اور بوقت وفات آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے پاس حضور اکرم ﷺ کی لنگی حضور کی چادر اور کرتا مبارک ہے کچھ ان کے بال اور ناخن اقدس کے تراشے ہیں۔ مجھے کفن میں حضور کا کرتا پہنایا جائے حضور کی چادر میں لپیٹا جائے، حضور کی لنگی مجھے باندھ دی جائے اور میرے ان اعضا پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور کے موئے مبارک اور تراشۂ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۶۲۸ ج ۵)

آپ کی کرامتیں:

امیر معاویہ ؓ صاحب کرامت صحابی ہیں۔ چنانچہ کتاب تطہیر الجنان میں فرمایا سند صحیح سے روایت ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ ؓ کو حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ مکہ والوں نے نبی کریم ﷺ کو مکہ شریف سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تو وہاں کبھی خلافت نہ ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی اور مدینہ منورہ میں خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی ؓ کو شہید کیا گیا تو وہاں سے

خلافت نکل گئی۔ اب کبھی وہاں خلافت نہ ہوگی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اتنا زمانہ گزر گیا مگر آج تک حرمین شریفین دار الخلافہ نہ بنے۔ مکہ معظمہ میں اگر چہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا مگر وہ صرف خلافت کی صورت تھی حقیقت میں خلافت نہ تھی لیکن مدینہ منورہ میں آج تک صورۃً بھی خلافت نہ ہوئی کہ حضرت سیّدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا اور ان کے بعد کسی خلیفہ نے مدینہ منورہ کو دار الخلافہ نہیں بنایا اور یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔ (امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۲۷)

اور آپ کی دوسری کرامت یہ ہے کہ جب آپ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو دعا فرمائی اے مولیٰ تعالیٰ! اگر یزید اس کا اہل نہ ہو تو اس کی سلطنت کو کامل نہ فرما۔ چنانچہ آپ کی دعا کے مطابق ہی ہوا کہ یزید پلید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد تین سال کچھ ماہ زندہ رہا اور اس کی سلطنت پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔

(امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۲۷)

اور آپ کی ایک کرامت وہ ہے جسے عارف باللہ مولانا جلال الدین محمد رومی قدس سرہ نے اپنی مثنوی شریف کے دفتر دوم میں تحریر فرمایا ہے۔

در خبر آمد کہ خالِ مومناں　　　بود اندر قصر خود خفتہ شباں

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومنوں کے ماموں یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رات کے وقت اپنے محل میں سوئے ہوئے تھے۔

ناگہاں مردے ورا بیدار کرد　　　چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد

اچانک ایک شخص نے ان کو بیدار کیا جب آپ کی آنکھ کھلی تو وہ چھپ گیا۔ پھر آپ نے پورے کمرہ میں غور سے نظر ڈالی تو دیکھا کوئی پردے کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہا ہے۔

گفت ہی تو کیستی نام تو چیست　　　گفت نامم فاش ابلیس شقی ست

آپ نے فرمایا اے چھپنے والے! تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا ظاہر نام ابلیس شقی ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھے کیوں بیدار کیا؟

گفت ہنگام نماز آخر رسید　　　سوئے مسجد زودمی بایددوید

ابلیس نے کہا کہ نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے آپ کو مسجد میں بہت جلد جانا چاہیے۔

آپ نے فرمایا کہ تو کسی مسلمان کو بھلائی کی طرف ہرگز نہیں بلا سکتا۔ یقیناً تیری غرض کوئی اور ہوگی۔ اس نے کہا اس کے علاوہ میری کوئی غرض نہیں ہے۔ میں ہمیشہ اچھے لوگوں کو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہوں اور برے لوگوں کی بھی پیشوائی کرتا ہوں۔

باغبانم شاخ ترمی پرورم　　　شاخہائے خشک راہم می برم

میں باغبان ہوں، ہری شاخوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں اور سوکھی ٹہنیوں کو کاٹتا ہوں۔

گر ترا بیدار کردم بہر دیں　　　خوئے اصل من ہمین ست وہمیں

اگر میں نے آپ کو دین کے لئے بیدار کیا تو آپ تعجب نہ کریں میری پرانی اور خاص عادت یہی ہے۔

آپ نے فرمایا اے مکار! تو اور بھلائی کی طرف رہنمائی کرے، یہ سب فریب کی باتیں ہیں۔ سچ بتا کہ تو نے ہمیں بیدار کیوں کیا؟ جب تک تو سچی بات نہیں بتائے گا میں تجھے جانے نہیں دوں گا۔ آخر ابلیس سچی بات بتانے پر مجبور ہو گیا۔

از بنِ دنداں بگفتش اے فلاں   کردمت بیدار من از بہر آں

دبی زبان سے اس نے کہا اے امیر معاویہ! بیدار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ:

تا رسی اندر جماعت در نماز   از پے پیغمبر دولت فراز

آپ پیغمبر اسلام ﷺ کے پیچھے نماز باجماعت ادا فرمالیں۔

گر نمازت فوت می شد ایں زماں   می زدی از دودِ دل آہ وفغاں

کیونکہ اس وقت اگر نماز قضا ہو جاتی تو آپ دل سے آہ وبکا کرتے۔

آں تاسف واں فغان وآں نیاز   درگزشتی از دو صد رکعت نماز

اس افسوس کرنے، رونے اور عاجزی کرنے سے آپ کو دوسو رکعت سے زیادہ کا ثواب مل جاتا اور زیادہ ثواب ملنے سے مجھے تکلیف ہوتی۔ اس لئے میں نے آپ کو بیدار کر دیا۔

من حسودم از حسد کردم چنیں   من عدُوّم کار من مکرست وکیں

میں حاسد ہوں، حسد سے میں نے ایسا کام کیا تا کہ ثواب زیادہ نہ ملنے پائے۔ میں آپ کا دشمن ہوں میرا کام مکاری اور فریب ہے۔

گفت اکنوں راست گفتی صادقی   از تو ایں آید تو ایں را لائقی

آپ نے فرمایا اب تو نے سچ کہا اور اپنے اس بیان میں تو سچا ہے۔ تجھ سے یہی ہوگا اور تو اسی لائق ہے۔ ابلیس جو کسی کے قبضہ میں نہیں آتا وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گرفت سے نہیں نکل سکا۔ اور نہ ان کو فریب دے سکا۔ یہ آپ کی واضح کرامت ہے۔

آپ پر کئے گئے اعتراضات اوران کے جوابات

برادرانِ اسلام! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کچھ لوگ اعتراضات کرتے ہیں ہم ان کے اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد اپنے مدلل جوابات پیش کریں گے۔

پہلا اعتراض:

یہ ہے کہ امیر معاویہ نے ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا اور کرایا اگر یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کرتے تو مسلمانوں کا اتنا قتل نہ ہوتا اور مومن کو قتل کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ (پ۵ع۱۰)

جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس پر غضب اور لعنت فرمائے گا اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لہٰذا امیر معاویہ اس آیت کے احکام میں داخل ہیں۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں: اوّل الزامی اور وہ یہ ہے کہ پھر تو حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم پر بھی یہ الزام عائد ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی جس میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ جنت کا ہونا۔ اس لئے کہ ان کے جنتی ہونے پر قرآن کی آیت شاہد ہے اور حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی قطعاً جنتی ہیں اس لئے کہ یہ دونوں حضرات عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب تحقیقی ہے اور وہ یہ ہے کہ مومن کے قتل کی تین صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے قتل کو حلال سمجھے اور یہ کفر ہے۔ اس لئے کہ مومن کا قتل حرام قطعی ہے اور حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے اور آیت کریمہ میں قتل کی یہی صورت مراد ہے۔ اس لئے کہ کفر والا ہی جہنم میں ہمیشہ رہے گا نہ کہ ایمان والا۔ دوسرے یہ کہ مومن کے قتل کو حلال نہیں سمجھتا مگر دُنیوی جھگڑے میں اسے قتل کر دیا۔ یہ کفر نہیں ہے بلکہ فسق اور گناہ کبیرہ ہے جیسے حلال نہ سمجھتے ہوئے شراب پینا اور نماز کا قصداً ترک کرنا۔ اور تیسری صورت خطائے اجتہادی سے ایک مومن کا دوسرے مومن کو قتل کرنا۔ یہ نہ کفر ہے نہ فسق اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ اسی تیسری قسم میں داخل ہے۔ آپ مجتہد تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان سے پہلے معلوم ہو چکا ہے اور مجتہد اگر اپنے اجتہاد میں خطا کرے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔

اگر ہمارا یہ جواب معترض کو تسلیم نہیں تو پھر یہی اعتراض حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی ہوگا کہ انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ میں بے شمار مومنوں کو قتل کیا اور کرایا۔ خدائے عز و جل سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا اعتراض:

یہ کیا جاتا ہے کہ امیر معاویہ کے دل میں اہل بیت سے دشمنی تھی اس لئے انہوں نے اہل بیت کو ستایا اور حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے علی کو ستایا اس نے مجھ کو ستایا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت سے جنگ کی اور حضور نے فرمایا ہے جس نے ان سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی اور سرکار دو عالم ﷺ سے جنگ کرنے والا مومن کب ہو سکتا ہے۔

جواب:

اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں۔ اول الزامی اور وہ یہ ہے کہ حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم پر بھی یہی اعتراض وارد ہوگا کہ ان حضرات نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی ہے بلکہ کوئی مخالف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی کہہ سکتا ہے کہ ان کے دل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے بغض و عداوت تھی اور حضور اقدس ﷺ نے تمام صحابہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي اَبْغَضَهُمْ یعنی جس نے صحابہ سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے سبب ان سے بغض رکھا۔ غرضکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس قسم کا اعتراض کرنے سے بہت سے صحابہ اور اہل بیت پر اعتراض وارد ہوگا۔ خدائے تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

اب اس اعتراض کا دوسرا جواب تحقیقی ہے اور وہ یہ ہے کہ مخالفت اہل بیت کی تین قسمیں ہیں۔ اول حضور کے اہل بیت ہونے کی بنیاد پر ان سے جلنا اور یہ کفر ہے۔ کیونکہ اس بنیاد پر ان سے جلنا حضور سے دشمنی کی خبر دیتا ہے جو کفر ہے۔ دوسرے کسی دُنیوی وجہ سے ناراض ہونا اگر اس میں نفسانیت شامل ہے تو گناہ ہے ورنہ نہیں۔ جیسے کہ حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے مابین خانگی معاملات میں بارہا شکر رنجی ہوئی ہے۔ تیسرے خطائے اجتہادی کی بنیاد پر اہل بیت سے نااتفاقی ہو جائے یہ نہ کفر ہے اور نہ گناہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام جنگیں اسی تیسری قسم کی تھیں۔ ان سب کے سینے ایک دوسرے کے کینے سے پاک تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے مسند میں روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا:
اِسْأَلْ عَنْهَا عَلِيًّا فَهُوَ اَعْلَمُ ۔ اس مسئلہ کو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے پوچھو کہ وہ بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا آپ ہی مسئلہ بتا دیں کہ آپ کا جواب مجھے ان کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے بہت بری

بات کہی ہے۔ کیا تو ان سے نفرت کرتا ہے جن کی عزت حضور نبی کریم ﷺ کرتے تھے اور جن سے حضور نے فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ۔ یعنی اے علی! تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مسئلہ پوچھنے والے! سن۔ حضرت علی کی عصمت کا یہ حال ہے کہ جب حضرت عمر فاروق کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت علی سے حل کراتے تھے۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اس سے فرمایا: قُمْ لَا اَقَامَ اللّٰهُ رِجْلَيْكَ تو میرے پاس سے اٹھ جا اللہ تعالیٰ تیرے پیروں کو قیام نصیب نہ فرمائے۔ وہ شخص آپ کے یہاں سے وظیفہ پاتا تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اس بے ادبی کے سبب آپ نے اس کا نام وظیفہ پانے والے رجسٹر سے خارج کروادیا۔ (الناہیہ ص ۲۷)

اور محمد بن محمود آملی نے نفائس الفنون میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کی مجلس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا علی شیر تھے۔ علی چودھویں رات کا چاند تھے اور علی رحمت خدا کی بارش تھے۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ تو آپ نے فرمایا:

خُطُوْطٌ مِّنْ عَلِیٍّ خَیْرٌ مِّنْ اٰلِ اَبِیْ سُفْیَانَ ۔ علی کے نقش قدم ابوسفیان کی آل سے بہتر ہیں۔ (الناہیہ ص ۲۸)

اور شیخ نور الحق، بخاری شریف کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے ان کی لاش کو دیکھا تو حضرت علی اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ (الناہیہ ص ۱۲)

اور علامہ فرہاروی مولف نبراس لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل سے

الگ ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک سپاہی عمرو بن جرموز نے ان کو شہید کر دیا اور جب ان کی تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بَشِّرْ قَاتِلَ ابْنِ صَفِيَّةَ بِالنَّارِ ۔ ابن صفیہ یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل کو جہنم کی خوشخبری دے دو۔ یہ سن کر عمرو بن جرموز نے کہا اے علی! آپ کا معاملہ عجیب ہے۔ اگر ہم آپ سے لڑیں تو جہنمی اور آپ کی طرف سے لڑیں تو جہنمی۔ یہ کہہ کر غصہ میں اس نے اپنے پیٹ میں تلوار گھونپ کر خودکشی کر لی۔ (الناہیہ ص ۱۳)

ان واقعات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں اختلاف ضرور ہوا مگر وہ ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے، آپس میں محبت رکھتے تھے ان کے سینے ایک دوسرے کے بغض و عداوت اور کینے سے پاک تھے جیسے کہ بھائی بھائی میں اختلاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ نوبت لڑائی تک پہنچ جاتی ہے مگر ایک دوسرے سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔ خلاصہ یہ کہ اختلاف اور چیز ہے اور بغض و عداوت اور چیز ہے۔ صحابہ کا آپس میں اختلاف رہا مگر کینہ اور بغض نہیں رہا۔

اختلاف کی وجہ:

حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کو مصر کے بلوائیوں نے گھیر لیا، ان پر پانی بند کر دیا اور پھر ان کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ اس کے بعد مہاجرین و انصار کے اتفاق رائے سے جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان سے خون عثمان کے قصاص کا مطالبہ کیا گیا مگر وہ بعض مصلحتوں کی بنا پر قاتلین سے قصاص نہ لے سکے۔ جب یہ خبر ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے حضرت علی کو پیغام بھیجا کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مدینہ طیبہ

میں شہید کردیا جانا بہت اہم معاملہ ہے۔ لہٰذا جلد سے جلد قاتلین کو پوری سزا دی جائے اوران پرقصاص جاری کیا جائے مگرحضرت علی رضی اللہ عنہ موجودہ حالات سے مجبور تھے اس لئے وہ قاتلین کو کوئی سزا نہیں دے سکے۔ عبداللہ بن سبا کا گروہ جو اس فتنہ کی جڑ تھا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اسلام کی طاقت کو کمزور کرنا چاہتا تھا ان میں سے بہت سے لوگوں نے ملک شام پہنچ کر حضرت امیر معاویہ کو یہ یقین دلایا کہ علی قصاص لینے میں کوتاہی کر رہے ہیں تو حضرت امیر معاویہ نے مسلسل کئی قاصدوں کو بھیج کر قصاص کا شدت سے مطالبہ کیا۔ اور جب حضرت علی اب بھی قاتلین پر قصاص جاری نہ کرسکے تو اب حضرت امیر معاویہ کے دل میں یہ بات جم گئی کہ علی خلافت کے لائق نہیں کیونکہ جب ایسے اہم خون کا وہ قصاص نہیں لے سکتے اور قاتلین کو کوئی سزا نہیں دے سکتے تو خلافت کے دیگر امور وہ کیا انجام دے سکتے ہیں۔ حضرت علی سے حضرت امیر معاویہ کے اختلاف کی اصل وجہ یہی ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت علی کے مابین بھی اسی بنیاد پر اختلاف ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تیسرا اعتراض:

جو بہت اہم سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزید کو اپنا خلیفہ مقرر کردیا۔ اس میں انہوں نے تین غلطیاں کیں۔ اول یہ کہ خلیفہ کا انتخاب عام لوگوں کی رائے سے ہونا چاہئے انہوں نے یزید کو خود کیوں خلیفہ بنا دیا۔ دوسرے یہ کہ اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا قانون اسلام کے خلاف ہے۔ تیسرے یزید جیسے فاسق وفاجر کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور دے دینا ان کا سب سے بڑا جرم ہے۔ کربلا کے سارے واقعات کی ذمہ داری انہیں پر ہے۔ اگر وہ یزید کو خلیفہ نہ بنائے ہوتے تو کربلا کا ایسا دردناک واقعہ نہ ہوتا۔ اور جب یزید جیسے فاسق و فاجر کو نماز کا امام بنانا درست نہیں تو اسے امام المسلمین بنانا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

جواب:

خلیفہ کا اپنی زندگی میں دوسرے کو خلیفہ بنانا جائز ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ رہا اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا تو یہ قرآن وحدیث سے منع نہیں اسی لئے آج کل عام طور پر صوفیاء و مشائخ اپنی اولاد کو اپنا جانشین بناتے ہیں جن لوگوں کو بیٹے کے جانشین بنانے پر اعتراض ہے وہ قرآن وحدیث سے اس کا غلط ہونا ثابت کریں۔ رہی یہ دلیل کہ خلفائے اربعہ میں سے کسی نے اپنے بیٹے کو جانشین مقرر نہیں کیا اس لئے یہ ناجائز ہے تو یہ دلیل غلط ہے۔ اس لئے کہ خلفائے اربعہ کے نہ کرنے کے سبب اگر ناجائز ہوجائے تو انہوں نے بہت سا کام نہیں کیا ہے جیسے قرآن مجید پر اعراب لگانا، حدیث شریف کو کتابی شکل میں جمع کرنا اور فقہ کی تدوین وغیرہ یہ سب کام ناجائز ہوجائیں گے۔

رہا یزید کا فسق وفجور تو یہ کہیں ثابت نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یزید فاسق وفاجر تھا اور نہ یہ ثابت ہے کہ انہوں نے یزید کو فاسق وفاجر جانتے ہوئے اپنا جانشین بنایا۔ یزید کا فسق وفجور دراصل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا۔ اور فسق ظاہر ہونے کے بعد فاسق قرار دیا جاتا ہے نہ کہ پہلے۔ دیکھئے ابلیس لعین پہلے معلم الملکوت اور عزت وعظمت والا تھا پھر جب اس سے کفر ظاہر ہوا تب اسے کافر قرار دیا گیا۔ تو فسق ظاہر ہونے سے پہلے یزید کو فاسق کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیسے مورد الزام ہوسکتے ہیں۔

اگر کوئی روایت ایسی ہو جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت امیر معاویہ کو یزید کے فسق وفجور کی خبر تھی اس کے باوجود انہوں نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا تو وہ روایت جھوٹی ہے اور اس کا راوی کذاب ہے اس لئے کہ وہ صحابی کا فسق ثابت کرتا ہے جبکہ سارے صحابہ کا عادل، متقی اور پرہیزگار ہونا جمہور کے نزدیک مسلم ہے۔

رہی یہ بات کہ یزید کو خلیفہ بنانے کے سبب کربلا کے سارے واقعات کی ذمہ داری حضرت امیر معاویہ پر ہے تو کوئی کہہ سکتا ہے نہیں بلکہ حضرت امام حسن پر ہے اس لئے کہ چالیس ہزار سپاہی جنہوں نے جان قربان کرنے کی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اگر آپ ان کو لے کر حضرت امیر معاویہ کا مقابلہ کرتے تو اسی زمانہ میں ان کا قلع قمع ہو جاتا۔ یزید کو سارے ممالک اسلامیہ کے خلیفہ بنائے جانے کا سوال ہی نہیں رہ جاتا مگر اس کے بجائے حضرت امام حسن نے خلافت ان کے سپرد کر دی اور انہوں نے یزید کو اپنا جانشین بنا دیا تو دراصل واقعات کربلا کی ساری ذمہ داری امام حسن پر ہے۔

اور پھر کوئی یہ بھی کہے گا کہ حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کو جب بچہ پیدا ہوا اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئیں تو حضور نے بچے کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا اِذْهَبِیْ بِاَبِی الْخُلَفَاءِ ۔ خلفاء کے باپ کو لے جا پھر فرمایا هٰذَا اَبُو الْخُلَفَاءِ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْهُمُ السَّفَّاحُ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْهُمُ الْمَهْدِیُّ ۔ یہ خلفاء کا باپ ہے انہیں میں سے سفاح ہوگا انہیں میں سے مہدی۔ (دلائل النبوۃ بحوالہ الدولۃ المکیہ ص ۱۵۴)

دیکھئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی پیٹھ سے کئی پشت کے بعد پیدا ہونے والوں کے بارے میں بتا دیا کہ وہ خلیفہ ہوں گے اور ان کے نام بھی بتا دیئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ حضرت امیر معاویہ کی پشت سے یزید پیدا ہوگا تو انہوں نے حضرت امیر معاویہ سے کیوں نہیں وصیت کر دی کہ تم یزید کو خلیفہ ہرگز مت بنانا اور جب ساری باتوں کو جانتے ہوئے حضور نے منع نہیں فرمایا تو واقعات کربلا کی ساری ذمہ داری انہی پر ہے۔

اور پھر کوئی بدبخت یہ بھی کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے یزید کو پیدا ہی کیوں کیا تھا اور اگر پیدا کر دیا تھا تو حضرت امیر معاویہ ہی کی زندگی میں اس پر موت واقع کر دیتا مگر

اس نے ایسا نہیں کیا تو اس میں کسی کی کوئی خطا نہیں ہے۔ کربلا کے خونی واقعہ کی ساری ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے۔

برادرانِ اسلام! دیکھا آپ نے کہ اعتراض کرنے والے کہاں سے کہاں تک پہنچے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خدائے تعالیٰ کو بھی نہیں چھوڑا اور ان پر بھی اعتراض کر دیا لہٰذا اے ہمارے سنی بھائیو! سلامتی اسی میں ہے کہ صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات ہوئے ہیں ان میں بحث نہ کرو ان کا معاملہ خدائے تعالیٰ کے سپرد کرو کہ اس میں پڑنے سے ایمان جانے کا اندیشہ ہے۔

غنیۃ الطالبین جو شیخ عبدالقادر جیلانی حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تصنیف مشہور ہے اس کے ص ۱۷۵ کے ارشاد کا ترجمہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم سے جو جنگ کی ہے اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس میں اور صحابہ کی تمام جنگوں میں بحث کرنے سے باز رہنا چاہئے اس لئے کہ علی مرتضیٰ ان صحابہ سے جنگ کرنے میں حق پر تھے اور جو کوئی ان کی اطاعت سے خارج ہوا اور ان کے مقابل جنگ آزما ہوا اس نے امام برحق سے بغاوت کی لہٰذا اس سے جنگ جائز ہوئی اور جن لوگوں نے علی مرتضیٰ سے جنگ کی جیسے حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت امیر معاویہ تو انہوں نے حضرت عثمان کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کیا جو کہ خلیفہ برحق اور مظلوم ہو کر شہید کئے گئے اور حضرت عثمان کے قاتلین حضرت علی کی فوج میں شامل تھے لہٰذا ان میں سے ہر ایک صحیح تاویل کی طرف گئے۔

اور اسی غنیۃ الطالبین کے ص ۱۷۸ پر ہے۔ سارے اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں بحث سے باز رہا جائے اور انہیں برا کہنے سے پرہیز کیا جائے۔ ان کے فضائل اور ان کی خوبیاں ظاہر کی جائیں۔ اور ان بزرگوں کا

معاملہ رب کے سپرد کیا جائے جیسے وہ اختلافات جو حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت معاویہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم میں واقع ہوئے۔

اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں نَتَوَلّٰهُمْ جَمِيْعًا وَلَا نَذْكُرُ الصَّحَابَةَ اِلَّا بِخَيْرٍ۔ یعنی ہم اہل سنت تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور انہیں بھلائی سے ہی یاد کرتے ہیں۔

اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جو اکابرین اولیاء میں سے ہیں ارشاد فرماتے ہیں:

''خلافے ونزاع کہ درمیان اصحاب واقع شدہ بود محمول بر ہوائے نفسانی نیست در صحبت خیر البشر نفوس ایشاں بتزکیہ رسید بودند۔''

جو جھگڑے اور لڑائیاں صحابہ کرام میں ہوئیں وہ نفسانیت کی بنا پر نہ تھیں اس لئے کہ صحابہ کے نفوس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پاک ہو چکے تھے۔

(مکتوبات جلد اول ص ۸۶)

برادران اہلسنّت! آپ لوگوں نے حضرت غوث اعظم، حضرت امام اعظم اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم کے ارشادات مبارکہ کو سن لیا۔ اگر واقعی آپ ان بزرگوں کے ماننے والے ہیں اور ان سے محبت کرنے والے ہیں تو ان کے فرمان پر عمل کریں۔ صحابہ کرام کی جنگوں کے متعلق بحث نہ کریں ان کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں، حضرت امیر معاویہ اور کسی صحابی سے بغض وعناد نہ رکھیں۔ سب سے محبت کریں اور سب کو بھلائی ہی سے یاد کریں، کسی بھی صحابی پر لعن طعن نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہ اجمعین وبارك وسلم۔


انباء المصطفی
خالص الاعتقاد
تمہید ایمان بآیات قرآن
ذنبک کا معنی اور مسئلہ درود
اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین
ازاحۃ العیب بسیف الغیب
حضرت ضیاء الدین مدنی
مودودی اور نظریہ بغاوت
اسم گرامی عبد النبی اور ابو الاعلی مودودی
بدمذہبوں سے رشتے
علمائے شام کی نظر میں
مجلس رضا مرکزی
MARKAZI MAJLIS-E-REZA